# دارالعلوم حقانیہ کا مختصر تاریخی جائزہ

## جناب محمد اجمل خاں خٹک سربراہ اے این پی

اے این پی کے سربراہ جناب محمد اجمل خان خٹک اپنے ابتداء شعور سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی خدمت میں حاضر ہوتے اور انکے تعاون اور سرپرستی سے تعلیمی زندگی کے صبر آزما مراحل میں آگے بڑھتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیث سے ترجمہ قرآن بعض درسی کتب اور حجۃ اللہ البالغہ پڑھی پھر عملی زندگی میں دارالعلوم کے معاملات اور ترقی و کامیابی کے مراحل ان کا مشاہدہ تھا۔ بعد میں اگرچہ سیاسی حالات کی وجہ بعد پیدا ہوگیا۔ مگر پھر بھی موصوف نے اپنی شہادت ریکارڈ کرائی۔ ذیل کا مضمون موصوف کے سیاسی اہداف اور اختلاف سے قبل کی تحریر ہے جو قیام دارالعلوم کے چھٹے سال لکھی گئی تھی۔ 1952 کی یہ تحریر اگرچہ مکمل دستیاب نہ ہوسکی تاہم اسکا میسر شدہ حصہ فائدہ سے خالی نہیں جس سے دارالعلوم کی ابتدائی تاریخ اور بانی دارالعلوم کے سوانح اور آغاز کار و رفتار پر کافی روشنی پڑتی ہے نیز حضرت پر ان کا مستقل مضمون بھی اسی خصوصی نمبر میں شریک اشاعت ہے۔

صوبہ سرحد کے پٹھانوں کی علمی اورادبی تاریخ میں خٹک قبیلہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اسی قبیلہ کا صدر مقام اکوڑہ خٹک نامی قصبہ ہے۔ جو ضلع و تحصیل نوشہرہ میں کئی ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اکوڑہ خٹک دریائے اٹک کو عبور کرنے کے بعد صوبہ سرحد کی طرف ریلوے کا تیسرا اسٹیشن اور جی ٹی روڈ کے کنارے ایک مشہور تاریخی مقام ہے۔ اس گاؤں کی بنیاد ملک اکوڑہ خان نامی خٹک سردار نے اکبر بادشاہ کے عرصہ میں رکھی تھی۔ اس بانی کے نام کی مناسبت سے کچھ عرصہ تک اس کا نام "ملک پورہ" رہا۔ اور بعد میں اکوڑہ خٹک مشہور ہوگیا۔ تب سے اب تک یہ گاؤں علاقہ خٹک کا ممتاز قصبہ اور دریائے لنڈہ یا کابل کے کنارے آمدورفت کی ایک مشہور گذرگاہ ہے۔ جس پر یوسف زئی، صوات، بنیر، باجوڑ، دیر اور چترال تک پیدل قافلوں کی آمدورفت ہوتی رہتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ گاؤں تجارت کے لحاظ بھی ایک اہمیت کا حامل رہا ہے۔ خٹک نوابوں کا پائے تخت ہونے کی وجہ سے ایک طرف اس گاؤں کی آبادی میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور دوسری طرف سیاسی سرگرمیوں اور علوم وفنون کا مرکز بھی بنتا گیا۔ چنانچہ کسی وقت اسے "قطعہ یونان" نام بھی انہی علمی و ادبی امتیازات کی وجہ سے دیا گیا۔ پٹھان تاریخ کا بے مثال ہیرو اور مشہور جرنیل خوشحال خان خٹک جو ایک طرف وقت کا بہترین سپہ سالار معلم اور رہنما تھا اور دوسری طرف پشتو کا عظیم شاعر اور ادیب تھا۔ اور جسے مورخین "صاحب سیف وقلم" اور "بابائے پشتو" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس گاؤں میں پیدا ہوا۔ خوشحال خان اور اس کے خاندان کی علم دوستی اور ادب پروری کی وجہ سے اکوڑہ خٹک بارہویں صدی کے اوائل تک پشتو ادب کا مرکز اور مروجہ علوم وفنون کی آماجگاہ بنا رہا اور بالآخر جب انگریزوں کی تسلط نے اس قصبہ کی سیاسی مرکزیت کا مکمل طور پر خاتمہ کیا۔

تو اس کے علمی اور ادبی حلقوں پر بھی تنزل شروع ہوا۔ تاہم درس و تدریس اور علم وادب کا چرچا باقاعدہ جاری رہا۔ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دور میں بھی یہاں کی درس وتدریس کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔ اگرچہ باقاعدہ درسوں کا ایسا بندوبست نہ تھا جیسا کہ آج کل ہے مگر جیسا کہ اس وقت عام دستور تھا مسجدوں میں مدرس علماء کے پاس افغانستان چترال پکھلئی، کنتر، صوات، بنیر، باجوڑ، بلوچستان اور کاشغر تک کے طلباء مذہبی علوم حاصل کرنے کے لیے سالوں سال موجود رہتے۔ اس دور میں مندرجہ ذیل حضرات کی درسیں کافی شہرت حاصل کر چکی تھیں۔

مولانا مولوی عبدالنور صاحب عرف صخرئے ملاصاحب، مولانا حاجی عبدالقادر صاحب، مولانا عبدالقیوم صاحب مرحوم۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ جناب قبلہ حاجی سید مہربان علی شاہ صاحب (جو ایک خدا رسیدہ عارف تھے اور سلسلہ رشد وہدایت کے لیے "حاجی صاحب اکوڑہ خٹک" کے نام سے دور دور تک مشہور تھے نے پروانہ کان شمع رسالت اور طالبان راہ حقیقت کو اکوڑہ خٹک کی طرف متوجہ کیا۔ جس سے یہ قصبہ اور بھی ممتاز ہوتا گیا۔

## مذہبی درسگاہ کا تصور

زمانے کی ترقی اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ جب ذرائع آمدورفت کی آسانی اور نئی ایجادات نے وقت اور فاصلے کو کم سے کمتر کیا۔ نئے تجربات اور ترقیوں نے حالات کچھ سے کچھ کرائے۔ علوم وفنون کے معیار، انداز اور حصول میں فرق آ گئے۔ اور اس کے ساتھ ہندوستان پر انگریزوں کے عیارانہ قبضہ اور علماء کے ساتھ ان کے جابرانہ سلوک نے اسلامی درد رکھنے والوں کو مذہبی درسگاہیں بنانے اور سیاسی اقتدار کے بجائے درس وتدریس کے ذریعے دین کی خدمت کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ہندوستان کے مسلمان مدرسے اور دارالعلوم تعمیر کرانے لگے۔ اس کا اثر صوبہ سرحد اور قبائل کے بیدار مغز علماء پر بھی ہوا۔ اور یہاں بھی مدرسے بنانے کی طرف توجہ دی جانے لگی۔ چنانچہ کچھ عرصہ میں چند مدرسے قائم کیے گئے۔ جس میں مدرسہ "رفیع الاسلام بہانہ ماڑی" اور "تعلیم الفرقان زیارت کا کا صاحب" خاصے مشہور اور کامیاب مدرسے رہے مگر بدقسمتی سے زمانہ دیر تک ان کا ساتھ نہ دے سکا۔

اکوڑہ خٹک کے حلقہ ہائے درس وتدریس اور خادمان علوم دینیہ بھی ان حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور اب یہاں بھی دینی تعلیم کے لئے منظم مدرسہ کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ یہاں تک کہ چند اصحاب نے ذاتی قسم کے مدرسوں کی بنیاد ڈالی مگر زیادہ عرصہ تک کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ یہی احساس کچھ عرصہ تک مختلف شکلوں میں ظہور پذیر ہونے کے بعد آخر کار شدت اختیار کر گیا۔ اور ادھر ملک میں سیاسی بیداری نے ایک ایسی جماعت بھی پیدا کر دی تھی۔ جس میں استقامت کے ساتھ اجتماعی کام کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔ چنانچہ گاؤں کے چند بیدار مغز نوجوانوں

سید نور بادشاہ صاحب شیخ غلام مرتضیٰ صاحب قاضی عبدالودود صاحب اور محمد حسین صاحب نے مشورہ کر کے مولانا الحاج عبدالحق صاحب فاضل دیوبند حاجی محمد یوسف صاحب اور محمد حسین صاحب کے ساتھ ایک مدرسہ کے قیام کی تجویز پر غور کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ان سب نے گاؤں کے معززین، خوانین، علماء و شرفا کو جمع کر کے اللہ کا نام لے کر مسجد روہیلیان میں مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد رکھی۔

## مدرسہ تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک

1937ء میں اس پرائمری مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور طے پایا کہ گاؤں کے بچوں کی ابتدائی لازمی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن شریف۔ ابتدائی اسلامی معلومات اور نماز پنجگانہ، نماز جنازہ اور نماز عیدین باترجمہ پڑھانے کا باضابطہ طور پر بندوبست ہوگا۔ ساتھ یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ جب اس مدرسہ کے طلباء درجہ چہارم سے ترقی کریں گے تو ان کے لئے پانچویں جماعت درس نظامی کی بنیادوں پر بنائی جائے گی اور اس طرح انشاء اللہ دارالعلوم کا پروگرام عملی شکل اختیار کرتا جائے گا۔ چنانچہ پروگرام کو مدنظر رکھ کر پرائمری کلاسوں (ابتدائی جماعتوں) کے نصاب میں اس مقصد کیلئے طلباء کی تیاری کا خیال رکھا گیا۔ اس مدرسہ کو باقاعدگی سے چلانے کے لیے مندرجہ ذیل کارکنان اور سرپرستان کا انتخاب ہوا۔

صدر مولانا الحاج عبدالحق صاحب فاضل دیوبند نائب صدران سید نور بادشاہ و حاجی محمد یوسف ناظم اعلیٰ قاضی عبدالودود اسیر۔ نائب ناظمان شیخ محمد شفیق مرحوم۔ اور مولانا محمد عمر خان ناظم نشر و اشاعت حکیم نصیر الدین مرحوم، اور خزانچی محمد حسین اور مجلس عاملہ میں شیخ غلام محبوب قریشی مرحوم شیخ تعریف گل، ماسٹر غلام جیلانی، حاجی احسان اللہ اور سید بسم اللہ شاہ حاجی ملک امر الہی اور رحمان الدین کے نام قابل ذکر ہیں ان اصحاب کی سرکردگی میں مدرسہ دن دگنی، رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ مدرسہ کے لیے ایک مخصوص عمارت کی اشد ضرورت محسوس کی گئی۔ اس مقصد کے لیے انہیں مدرسہ کا موجودہ محل منتخب کرنا پڑا۔ گاؤں کے ایک غریب مدرس غلام جیلانی نے سو روپیہ بطور امداد دے کر عمارت کو مدرسہ کی شکل دینے کا کام شروع کیا جو بعد میں تمام معاونین کی معاونت سے خاطر خواہ گنجائش کا مکان بنتا گیا۔ اور مدرسہ یہاں منتقل کیا گیا۔ مدرسہ کی کامیابی اور کارکنان کی کارکردگی سے متاثر ہو کر گاؤں اور گردونواح کے لوگ ادھر متوجہ ہوئے اور اس طرح مدرسے کی معاونین میں اضافہ ہوتا رہا۔ خان اعلیٰ محمد زمان خان ــــــــــ، رحیم گل صاحب شیخ غلام محمد صاحب نے خدمات کیں۔ گاؤں کے ہر کہہ و مہہ نے ہر قسم کی مالی اور جانی قربانی دے کر مدرسہ تعلیم القرآن کو بام عروج پر پہنچایا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ کی ترقی سے متاثر ہو کر محکمہ تعلیم صوبہ سرحد نے مدرسہ کو گرانٹ کی پیشکش کی اور مدرسہ نے قبول کی۔ ان دنوں حضرت العلامہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی صوبہ سرحد تشریف لائے تھے انہوں نے مدرسہ تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک کا معائنہ فرما کر اس مدرسہ کے متعلق اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر فرمائی تھی۔

"میں اپنی خوش قسمتی سے ماہ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ میں اس مدرسہ اسلامیہ اکوڑہ مٹک میں حاضر ہوا۔ اگرچہ اس مدرسہ کو جاری ہوئے ابھی ایک برس کا عرصہ نہیں ہوا مگر ظاہری احوال اور ترقیات امید افزا ہیں۔ الحمد اللہ بچے بھی بکثرت ہیں اور مدرسین کرام کی قربانی اور ایثار بھی اطمینان بخش ہے۔ میں اہل اکوڑہ سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس مدرسہ کے جاری رہنے اور روزافزون ترقی کرنے میں ہر قسم کی امداد فرمادیں۔ وہ ہر طرح تمام اہل قصبہ کے لیے دین ودنیا کا ذخیرہ ہے۔ نیز میں امید کرتا ہوں کہ اہل قصبہ اپنے اپنے بچوں کو ضرور بالضرور یہاں کی تعلیم سے آراستہ کرنے کی کوشش کریں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"۔

ان کے علاوہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری میاں قمر الدین صاحب مرحوم رئیس اچھرہ مہتمم دارالعلوم فتیحہ اچھرہ اور دیگر اصحاب نے اس مدرسہ میں تشریف لا کر کارکنان کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کے لیے انہیں اپنی آرائے سے مستفیض فرمایا۔ اس مدرسہ کی تعلیمی حالت خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم اور قابل کارکنان اور تجربہ کار اساتذہ کی جان فشانی کی بدولت کافی تسلی بخش ہے۔ اور اسی طرح یہ مدرسہ بفضل ایزد تعالیٰ ہر لحاظ سے کامیاب روبہ ترقی ہے آج مدرسہ نے اپنے قیام کے پندرہ سال میں جو ترقی کی ہے وہ اس کاغذی بیان سے زیادہ اس احاطہ میں محسوس کی جاسکتی ہے جو سات نشت گاہوں اور ایک مختصر میدان پر مشتمل ہے۔ اور جس میں باقاعدہ درج رجسٹر تقریباً ۲۵۰ طلباء اور چھ اساتذہ کے زیر تربیت قرآن شریف اور اسلامیات کا درس لیتے دیکھے جاسکتے ہیں۔ آپ بلا تخصیص کسی بچے پر اس کی استطاعت اور استعداد کے مطابق اسلامیات کے بارے میں سوال کیجئے، آپ یہ دیکھکر حیران ہوجائیں گے کہ یہ ننھا بچہ کس مستعدی سے آپ کے سوال کا جواب دیتا ہے۔ اور نہ صرف یہ بلکہ محکمہ تعلیم کے مقررہ نصاب میں بھی اس مدرسہ کے طلباء سرکاری مدرسوں کے طلباء سے کسی طرح کم نہیں۔

## دارالعلوم کی ابتداء

تعلیم القرآن کو پھلتا پھولتا دیکھ کر انجمن تعلیم القرآن اور سرپرستان نے اسے پرائمری سے ترقی دینے کے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کیا جو اس مدرسہ کی سنگ بنیاد رکھتے وقت ان کے پیش نظر تھا۔ یعنی "دارالعلوم" کا قیام چنانچہ جب تعلیم القرآن کے چوتھے درجے سے طلباء ترقی کر گئے تو ان کے لئے اسلامیات کی مزید تعلیم و تربیت کی خاطر پانچویں جماعت کا افتتاح کیا گیا۔ جس کا نصاب وہی مقرر کیا گیا۔ جو درس نظامی کی بنیادوں پر دارلعلوم دیوبند میں پڑھایا جارہا ہے۔ اس کام کے لیے گاؤں کے ایک عالم فاضل حافظ قاضی حبیب الرحمان صاحب فاضل دیوبند کی خدمات حاصل کی گئیں اور اس طرح مدرسہ تعلیم القرآن کو ترقی دے کر دارلعلوم کی ابتداء کی گئی۔ اور باقاعدہ پڑھائی شروع ہوئی۔ جس میں نہ صرف تعلیم القرآن کے فارغ شدہ طلبہ داخل کیے جانے لگے۔ بلکہ باہر سے بھی طلبہ آنے شروع ہوئے۔ مولانا الحاج عبدالحق صاحب فاضل دیوبند جو مدرسہ کے صدر تھے دارالعلوم کے

بھی صدر اور مہتمم مقرر ہوئے اور خود بھی اسی اہتمام اور ارادوں کے ساتھ مختلف علوم کا درس دیا کرتے تھے۔ اور آپ کے پاس مختلف مدارج کے بکئی طلباء موجود رہتے۔

## مولانا الحاج عبدالحق صاحب اور دارالعلوم دیوبند

اس اثناء میں دارالعلوم دیوبند کو مولانا عبدالحق صاحب کی ضرورت ہوئی۔ انجمن تعلیم القرآن سرپرستان مدرسہ اور معززین اکوڑہ خٹک اور مضافات نے کافی کوشش کی کہ آپ اکوڑہ ہی میں رہیں تاکہ تعلیم القرآن آپ کی سرپرستی سے محروم نہ ہو اور دارالعلوم کے مجوزہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں خادمان انجمن کی رہنمائی فرمائیں مگر حالات کچھ ایسے تھے۔ کہ آپ کو دارالعلوم دیوبند کی ضرورت کے ماتحت وہاں کی آواز پر لبیک کہنے کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ اور آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں آپ تقریباً چارسال مدرس رہے۔ مگر دیوبند میں رہنے کے باوجود آپ انجمن تعلیم القرآن مدرسہ اور دارالعلوم کی سرگرمیوں کے ساتھ وابستہ رہے۔

## تقسیم ہند کا اثر

ہندوستان کی سیاست نے پلٹا کھایا۔ انگریز اپنا بوریا بسترہ سمیٹ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ ہندوستان، ہندوستانیوں کے لیے رہ گیا۔ اور مسلمان رہنماؤں کے مطالبے اور تجویز کے مطابق ہندوستان تقسیم ہوا۔ پاکستان عالم وجود میں آیا۔ بھارت ہندو اکثریت کا ملک تسلیم کیا گیا۔ اور پاکستان مسلمانوں کی ریاست ٹھہری۔ تقسیم سے تبدیلی آبادی کا واقعہ بھی پیش آیا۔ جس کے نتیجے میں مسلم آبادی نے ہندوستان چھوڑ کر پاکستان کی طرف ہجرت شروع کی۔ اور ہندو بھارت کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ساتھ کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جس نے دونوں فرقوں کے تعلقات تلخی کی حد تک ناخوشگوار کر دیے۔ جس سے آمدورفت کے ناممکن حد تک دشوار ہو گئی۔ ان حالات میں علوم دینیہ کے وہ مدارس اور دارالعلوم جو خط تقسیم کے اس پار تھے ادھر کے مسلمانوں سے کٹ گئے۔ اور ادھر کے طلباء وہاں جا کر علوم دینیہ حاصل کرنے سے قطعی محروم رہ گئے۔ چنانچہ یہاں شدت سے محسوس کیا جانے لگا، کہ خط تقسیم کے اس پار ایسے دارالعلوم بنانے چاہئیں۔ جس سے وہ کمی پوری ہو سکے جو تقسیم سے واقع ہوئی ہے۔ بلکہ مزید ترقی بھی ہو۔ اور اس احساس نے یہاں چند دارالعلوم کی بنیادیں ڈالیں جس میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سب سے اولین ہے۔

## دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اس احساس نے انجمن تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک کے مجوزہ دارالعلوم کے پروگرام کو کامیابی کی طرف لے جانے میں شدت سے تحریک پیدا کی۔ ادھر دارالعلوم کو جلد از جلد باقاعدہ منظم اور وسیع تعلیمی اداروں کی شکل دینے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی اور ادھر مولانا الحاج عبدالحق صاحب صدر تعلیم القرآن دارالعلوم دیوبند سے کٹ کر اکوڑہ خٹک میں درس و تدریس اور انجمن تعلیم القرآن کی

معاونت کے لیے مزید تجربہ اور اشتیاق کے ساتھ متوجہ ہوئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ دیو بند کے وہ طالب علم جواب دیوبند نہیں جاسکتے تھے۔ اور مولانا عبدالحق صاحب کے دیوبند میں شاگرد یا جان پہچان والے تھے۔ مولانا کی خدمت میں سلسلہ تعلیم جاری رکھنے کے لیے کافی تعداد میں آنے شروع ہوئے۔ اس طرح قدرت نے ایسے حالات مہیا فرمائے جن میں اکوڑہ خٹک اور مضافات کے ان لوگوں کی امیدیں بھر آنی آسان دکھائی دیں۔ جن نے عرصہ سے ہر قسم کی مالی جانی قربانیاں کر کے اس ارادے سے تعلیم القرآن کی ابتداء کی تھی کہ اکوڑہ خٹک کے غریب لوگ ایک نہ ایک دن ایک شاندار دارالعلوم کی خدمت اور برکات حاصل کرنے کے قابل ہوجائیں گے۔ چنانچہ اس دارالعلوم کے خدوخال پر ایک منظم وسیع اور باقاعدہ دارالعلوم کے اعلان کا فیصلہ ہوا۔ جبکہ داغ بیل پرائمری مدرسہ کی شکل میں 1937ء میں اور 1948ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نام سے دارالعلوم قائم کیا گیا۔ جو خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم اور اہل خیر حضرات کی معاونت سے آج پاکستان بھر میں سب سے ممتاز حیثیت کا مالک ہے۔

## دارالعلوم حقانیہ کی مقبولیت

ابتداء میں اہالیان اکوڑہ خٹک اور مضافات نے ہمہ تن ایثار بن کر دارالعلوم حقانیہ کی بنیادوں کی اپنے خون پسینے سے استوار کرنے کے لیے اس کے قیام کی آواز پر لبیک کہا۔ علماء وخوانین شرفاء وسادات نے اس کی سرپرستی کی طرف توجہ دی۔ غرباء اور عوام نے اپنے منہ کے نوالے میں حصہ کر کے دارالعلوم کے طلبہ کی مشکلات رفع کرنے کے لیے قربانیاں پیش کیں۔ اکوڑہ خٹک کے تقریباً 35 مساجد میں باہر سے آنے والے طلباء دو دو سے لے کر دس دس تک تقسیم کیے گئے۔ جن کی رہائش اور خور دونوش کا انتظام متعلقہ اہل محلہ نے ذمے لیا۔ علماء نے طلباء کو پڑھانے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ جن میں جناب مولانا الحاج سید بادشاہ گل صاحب سجادہ نشین اکوڑہ خٹک اور مولانا الحافظ ڈاکٹر محمد اسرار الحق صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے دیگر مالی اور جانی قربانیوں کے ساتھ ساتھ طلباء کی ایک جماعت کو حسبۃ للہ ضروری کتابیں پڑھانی شروع کیں۔ حضرت مولانا الحاج عبدالحق صاحب جو مدرسہ تعلیم القرآن کے صدر اور مہتمم تھے دارالعلوم کے بھی مہتمم مقرر کردیے گئے۔ اور اس طرح دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے ایک شاندار مذہبی ادارے کی شکل میں کام شروع کیا۔ یہاں طلبہ کی خدمات سے بھی چشم پوشی نہیں کی جاسکتی جو دارلعلوم کے سب سے اولین شاگرد تھے اور دارالعلوم کے قیام میں ان کی تحریکیں تجویزیں اور قربانیاں مقامی لوگوں سے کسی طرح کم نہیں بلکہ انہیں کی سرگرمی نے جوش کی شکل اختیار کر کے کارکنان انجمن کو جلد از جلد علمی قدم اٹھانے پر مجبور کیا۔

## پاکستان بھر میں مقبولیت

اور یہی نہیں بلکہ مسلمانان پاکستان نے دارالعلوم حقانیہ کے قیام کے اعلان کا نہایت خلوص سے استقبال کیا۔ جہاں تک اور جن اصحاب کے ساتھ دارالعلوم کا صحیح تعارف ہوسکا کسی نے بھی ایثار

سے رو گردانی نہیں کی۔ اور نہ صرف اہالیان سرحد بلکہ پشاور سے لے کر کراچی اور واہگہ سے لے کر بلوچستان تک کے تمام پاکستانی مسلمانوں نے بلا کسی تعمیم و تخصیص کے دارالعلوم حقانیہ کی مالی وجانی خدمتیں کیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج دارالعلوم حقانیہ اپنے قیام کے چھ سال میں اس قابل ہو گیا ہے کہ تعداد طلبہ ضابطہ تعلیم اور سلسلہ امتحانات کی باقاعدگی کے لحاظ سے پاکستان بھر میں اول درجے کی مذہبی درسگاہ ہے اور میں دارالعلوم حقانیہ کے ایک خادم کی حیثیت سے آج نہایت فخر کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ کی چھ سال کی کارکردگی کے نقشے اس مضمون کے ساتھ صرف اس لیے پیش کرتا ہوں تاکہ اہل خیر اور معاونین حضرات کو اپنی قربانیوں اور ایثار کے متعلق مناسب تسلی اور تشفی ہو سکے۔

## علماء اور طلباء کی نظروں میں

دارالعلوم کے قیام کے ساتھ ہی اسے علمی حلقوں اور درس و تدریس کے شائقین نے بھی مذہبی تعلیمات کا ایک قابل اعتماد مرکز تسلیم کر کے ادھر توجہ دی۔ علم دین کے پروانے یعنی طالب علم جوق درجوق آنے شروع ہوئے۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں۔

بقیہ ص ۳

کیا کہ گذشتہ رجب میں دارالعلوم دیوبند کے غلہ اسکیم کے سلسلہ میں عظیم الشان جلسہ میں حضرت شیخ مولانا حسین احمد مدنی نے ہزاروں کے اجتماع میں دارالحدیث دیوبند میں دارالعلوم حقانیہ کا تذکرہ کیا کہ سرحد میں دارالعلوم حقانیہ بہت وسیع پیمانے پر کام کر رہا ہے اور مولانا عبدالحق صاحب جو یہاں مدرس تھے انہوں نے یہ کام چلایا ہے، اس لیے خصوصیت سے دعا کی جائے فرمایا کہ حضرت شیخ کے ہاتھ میں والد ماجد کا ایک فرستادہ خط بھی تھا جس سے کچھ سنایا بھی۔ (ذاتی ڈائری)

۱۰ مئی ۵۷ء ۱۱۷۶ھ بروز جمعۃ المبارک۔

حیات جاوداں اسکی نشاط کامراں اس کا
جو دل لذت کش ذرق نگاہ یار ہو جائے
جب کبھی اہل وفا یاد کریں گے مجھ کو
جانے کیا کیا میری روداد کے عنوان ہونگے

(عارفی)

# دارالعلوم حقانیہ ـــــــ مختصر تاریخی جائزہ

پروفیسر افضل رضا صاحب، اکوڑہ خٹک

حضرت شیخ دیو بند میں تقریباً چار سال مدرس رہے ۔ بقول جناب گل رحمان صاحب ناظم حقانیہ کہ میں نے دیگر طلباء کے ساتھ حمد اللہ، مشکوٰۃ شریف، طحاوی اور دیگر کتب آپ سے دارالعلوم دیو بند میں پڑھیں ۔ لیکن ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد غیر یقینی صورت حال کے پیش نظر دیو بند جانے کا ارادہ ملتوی کیا۔ آپ کے والد بزرگوار الحاج معروف گل صاحب بھی آپ کے جانے پر راضی نہ تھے ۔ حالانکہ آپ کی خاطر حفاظتی انتظامات اور سرکاری سطح پر سفری معاملات نبھانے کی ذمہ داری حضرت مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اپنے ذمے لی تھی ۔ بہر کیف نہایت بے سروسامانی کے عالم میں آپ نے اپنے گھر سے متصل مسجد (محلہ گگے زئی) میں ستمبر ۱۹۴۷ء (۱۳۶۶ھ) میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ سفری رکاوٹوں سے مجبور دیو بند میں پڑھنے والے افغان طلباء اور پاکستانی اس نئی درسگاہ میں حضرت شیخ سے دورہ حدیث مکمل کرنے لگے جو جلد ہی دارالعلوم حقانیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

## دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی چند سال

۱۹۴۷ء میں جن آٹھ طلباء نے حضرت شیخ کی نئی قائم کردہ درسگاہ میں دورہ حدیث میں شرکت کی اور فارغ التحصیل ہوئے ان کے اسمائے گرامی درج ہیں ۔ سال اول کے طلباء

(۱) مولوی حیات شاہ (چترال) (۲) مولوی فضل الٰہی (چترال) (۳) مولوی عبدالجمیل (لوند خوڑ) (۴) قاری غفران الدین (مردان) (۵) مولوی امیر خان (آدم زئی) (۶) مولوی احسان اللہ (ٹھنڈ کوئی) (۷) قاری عبدالغفار افغانی (۸) مولوی عبدالرزاق گردی (چارسدہ)

مولانا سلطان محمود دارالعلوم کے پہلے ناظم اور مولانا گل رحمان نائب ناظم تھے ۔

## طلباء کا خواب

یہاں اس بات کا ذکر بیجا نہ ہوگا کہ مندرجہ بالا طلباء میں سے بعض نے حضرت شیخ کی سرکردگی میں قائم ہونے والی درسگاہ کا خواب دیکھا تھا ۔ جو جلد ہی سچ ثابت ہوا۔ (بقول مولانا محمد عمر خان مردان) سال اول ۱۹۴۷ء کے دوران حضرت شیخ اس نئی درسگاہ کے واحد مدرس تھے ۔

ابتدائی لنگر کا یہ عالم تھا کہ دو سیر آٹا بازار میں پکتا اور سالن حضرت شیخ کے گھر سے آتا سالن کی فراہمی کا یہ سلسلہ تھوڑا بہت ۱۳۹۰ھ تک آپ کے گھر سے جاری رہا۔ (بقول گل رحمان صاحب)

### سال دوم کے طلباء

۱۹۴۸ء میں دارالعلوم حقانیہ میں ۲۴ طلباء داخل تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔ یہ حضرات ۱۳۶۷ھ / ۱۳۶۸ھ میں فارغ التحصیل بھی ہوئے ۔